حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

جناب عبدالرشید عراقی صاحب

آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں جن باکمال مشاہیر نے دنیائے علم و فضل میں نام روشن کیا۔ ان میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز شخصیت رکھتی ہے۔ علوم و فنون کی جامعیت اور مہارت میں اُن کی نظیر نہ صرف اُن کے معاصرین علماء میں مفقود ہے بلکہ بعد کی صدیوں میں بھی خال خال ایسی شخصیتیں نظر آتی ہیں۔ جو مہارت فنی، باریک بینی، نکتہ سنجی، دقیقہ رسی اور ذکاوت و فطانت میں حافظ عسقلانیؒ کی ہم پلہ ہوں۔

نام و نسب احمد نام، ابوالفضل کنیت اور شہاب الدین لقب تھا۔ پورا نسب نامہ یہ ہے:۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی المصری[1]۔

ابن حجر ان کے جد امجد تھے جیسا کہ نسب نامہ سے پتہ چلتا ہے اور آپ اپنے اس جد امجد کے نام سے مشہور ہوگئے۔ اور آپ کے نام کے ساتھ عسقلانی اور مصری کی نسبت جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک زمانہ میں عسقلان فلسطین کا خوبصورت ترین شہر تھا۔ خوبصورتی اور حسن کی بنا پر اسے عروس شام کا خطاب دیا جاتا تھا۔

صاحب روضات الجنات نے تلخیص الآثار کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھی اسی شہر میں مدفون ہے[2]۔ مصری کہلانے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مصر ہی آپ کا مولد و منشاء ہے

---

[1] بستان المحدثین ص ۲۰۱ [2] روضات الجنات ص ۹۴ ج ۱

تحصیلِ علم کے بعد اسی کے مختلف خطوں میں آپ کا قیام رہا۔ اور آخر اسی سرزمین میں پیوند خاک بھی ہو گئے۔

ولادت اور ابتدائی حالات

۲۳ شعبان ۷۷۳ھ کو مصر میں پیدا ہوئے[1] صغر سنی ہی میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تھا۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

"جب میرے والد فوت ہوئے تو میری عمر کے چار سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے اور آج مجھے وہ بالکل ایک خیال کی طرح یاد ہیں۔ اتنا یاد آتا ہے کہ انہوں نے کہا۔ میرے لڑکے (ابن حجر) کی کنیت ابوالفضل ہے۔"[2]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں: کہ حافظ ابن حجر کے والد کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ اسی شکستہ دلی میں ایک دن مشہور بزرگ شیخ صناقبری (یہ نام ناقابلِ فہم ہے۔ ادارہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے دعا کی اور فرمایا کہ تیری پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو پوری دنیا کو علم کی دنیا سے مالامال کر دے گا[3] حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف کی اتنی مقبولیت اور شہرت حضرت شیخ صناقبری کی اسی دعا کا نتیجہ ہے[4]

حصولِ تعلیم

ابتدائی تعلیم کا آغاز مصر سے کیا۔ سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا۔ قرآن پاک کے حفظ میں آپ کے استاد شیخ صدر السفطی شارح مختصر التبریزی ہیں اور آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ اس لیے ۹ سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا۔

آپ نے تحصیلِ علم کے لیے سفر کا آغاز ۷۸۴ھ میں کیا اور آپ نے تحصیلِ علم کے لیے جن ملکوں کا سفر کیا۔ ان میں حرمین شریفین کے علاوہ اسکندریہ، نابلس، رملہ، غزہ، یمن، قبرص، شام اور حلب وغیرہ شامل ہیں[5]۔ اسی بنا پر آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

---

[1] بستان المحدثین ص ۲۰۱

[2] الدرر الکامنہ جلد ۳ ص ۱۱۷

[3] بستان المحدثین ص ۲۰۲ ۔ [4] ایضاً [5] ایضاً

جیسا کہ ابن فہد مکی نے لکھا ہے۔

"ان کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن کو نہ بیان کرنا ممکن ہے اور نہ شمار کرنا[1]"

یہ بھی حافظ ابن حجر کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کو اساتذہ و شیوخ کی ایسی منتخب جماعت میسر آئی جس کا ہر فرد اپنے فن میں یکتائے روزگار تھا۔

امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں۔

"انہوں نے شیوخ کی ایسی جماعت پائی، جس کا ہر فرد اپنے فن میں مشہور و ماہر تھا[2]"

اور حافظ سخاویؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ انہیں اتنے شیوخ میسر آئے جتنے اُن کے معاصرین میں سے کسی کو نہ مل سکے۔ اُن میں ہر فرد بحر العلوم اور اپنے فن میں ماہر و مشہور تھا[3]

اساتذہ و شیوخ حافظ ابن حجرؒ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے جیسا کہ ابن فہد نے لکھا ہے کہ ان کے شیوخ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا بیان و شمار ممکن نہیں۔

اس لیے حافظ صاحب کے اساتذہ و شیوخ کی قطعی تعداد کا تعین مشکل ہے۔ تراجم و رجال کی مختلف کتابوں میں منتشر طور پر نام ملتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ حافظ صاحب کے شیوخ کے نام آپ کی تصنیف الدرر الکامنۃ لاعیان المائۃ الثامنۃ میں بھی ملتے ہیں، جن کا انہوں نے "شیخنا" کے لفظ سے ذکر کیا ہے تاہم آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں:۔

۱۔ شیخ ابو محمد عفیف النشاوری (م ۷۹۰ھ) ۲۔ حافظ عمر بن علی بن احمد (م ۸۰۴ھ) ۳۔ امام ابو حفص عمر بن رسلان بن نصیر عسقلانی بلقینی (م ۸۰۵ھ)۔ ۴۔ حافظ عبدالرحیم الشافعی العراقی ۔ ۵۔ شیخ الاسلام ابو حامد محمد بن ظہیرۃ (م ۸۱۷ھ)۔ ۶۔ علامہ ابراہیم بن موسیٰ (م ۸۰۲ھ)

[1] ذیل طبقات الحفاظ ص ۳۳۸۔

[2] البدر الطالع ص ۸۸ جلد ۱۔

[3] معارف جلد ص ۱۹۴۔

۷۔ امام ابوطاہر محمد بن یعقوب المجد الفیروز آبادی (م ۸۱۷ھ)[1]

حافظ ابن حجر کے یہ سب اساتذہ اپنے وقت کے شیخ، امام اور حجت تھے۔ علم و عمل کا بحر ذخار تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، لغت، تاریخ، صرف نحو، معقول و منقول میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ تبحر علمی کے ساتھ جہاد، بے نفسی اور صلاح و تقویٰ میں خاص مقام کے حامل تھے۔ عابد و شب زندہ دار تھے۔ اتقان، معرفت اور حفظ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

تلامذہ حافظ صاحب کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا۔ جس طرح آپ کے اساتذہ کی صحیح تعداد کا پتہ نہیں چل سکا، اسی طرح آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ تاہم آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں:۔

۱۔ امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ۔ ۲۔ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی (م ۸۸۵ھ) ۔ ۳۔ ابن فہد مکی (م ۸۷۱ھ) ۔ ۴۔ قاضی زکریا بن محمد الانصاری (م ۹۲۶ھ)

حافظ صاحب کے یہ تلامذہ بھی اپنے وقت کے امام اور صاحب فن تھے۔ یہ سارے بزرگ علم کا بحر ذخار تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، ادب، رجال، لغت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ جرح و تعدیل میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے تقریباً ۲۰ سال حدیث، فقہ اور قرآن کا درس دیا اور اس عرصہ میں آپ سے ہزاروں طلبہ نے استفادہ کیا۔

تبحر علمی اور جامعیت حافظ ابن حجر نے اپنے عہد کے تمام مشہور علمی مراکز اور یگانۂ روزگار فضلاء سے کسب فیض کیا تھا اور تحصیل علم میں غیر معمولی محنت کی تھی۔ اس محنت نے نہ صرف آپ کو اپنے عہد بلکہ تاریخ اسلام کا نامور عالم بنا دیا۔ چنانچہ آپ کو حافظ العصر، خاتمۃ الحفاظ، امام الائمہ، محی السنۃ، علم الائمۃ الاعلام، فرید الوقت، مفخر الزمان اور عمدۃ المحققین کے خطابات سے نوازا گیا۔

حافظ ابن حجر کی یہ ایک ممتاز خصوصیت ہے کہ انہوں نے جس علم کی طرف توجہ کی اس کو درجہ کمال

[1] الضوء اللامع جلد ۲ ص ۳۷۔

تک پہنچا دیا۔ امام ابن فہد لکھتے ہیں کہ " علوم کی تحصیل میں پوری محنت کی اور اس میں انتہا درجہ کی مہارت حاصل کی"۔[۱]

چنانچہ آپ نے مختلف فنون مثلاً تفسیر، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، ادب اور لغت میں اپنا لوہا منوایا۔ اس کے بعد جب حدیث نبوی کی طرف توجہ کی تو اس میں امامت کا درجہ حاصل کیا اور اپنے شیوخ اور اساتذہ سے اجازہ وتدریس کے ساتھ تحسین و آفرین کی سند حاصل کی۔[۲]

یوں تو آپ جامع العلوم تھے ہی، لیکن آپ کے خصوصی علم حدیث، رجال اور فقہ تھے اور ان میں بھی حدیث سے آپ کو زیادہ شغف تھا۔ اور اس میں زیادہ ناموری حاصل کی۔

امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:-

"بعض کا قول ہے کہ (ابن حجر) فطری شاعر، ماہر محدث اور فقیہ بے بدل تھے، رجال کی معرفت اُن کا استحضار، اُن کے بلند ولپست کی پہچان اور علل احادیث وغیرہ کی واقفیت اُن پر ختم ہو گئی"۔[۳]

اور امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ "اُن پر علم حدیث کا خاتمہ ہو گیا"[۴] حافظ ابن فہد کی آپ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ: "حفظ و اتقان میں ان کا کوئی جانشین نہ ہو سکا"۔[۵]
امام سیوطی کا قول ہے کہ "اُن کے عہد میں اُن کے سوا کوئی حافظ (مراد ہے حافظ حدیث) نہ تھا"۔[۶]

سُرعتِ قرأت حافظ ابن حجر کی سرعت قرأت کے بعض ایسے محیر العقول واقعات منقول

---

۱ معارف جلد ۱۰۱ نمبر ۳ ص ۱۹۸

۲ اتحاف البلاد ص ۱۹۴

۳ البدر الطالع جلد ۱ ص ۲۷۱

۴ حسن المحاضرہ جلد ۱ ص ۱۵۳

۵ معارف ۳ جلد ۱۰۱ ص ۲۰۲

۶ نظم العقیان ص ۴۷

ہیں جن پر اس زمانہ میں یقین کرنا مشکل ہے۔ لیکن یہ واقعات حافظ صاحب کے اکابر تلامذہ سے متواتراً منقول ہیں۔ اس لیے ان کی صحت میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

حافظ ابن فہد لکھتے ہیں:-

"آپ نے بخاری شریف ظہر و عصر کے درمیان دس مجلسوں میں ختم کی، اور مسلم شریف ڈھائی دن میں اور نسائی شریف دس مجلسوں میں ختم کی۔ معجم صغیر للطبرانی ظہر و عصر کے درمیان ایک مجلس میں ختم کی"[1]

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور مولانا سید نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے لکھا ہے کہ "آپ نے سنن ابن ماجہ کو چار مجلسوں میں ختم کیا"[2]

ذوقِ شعر و سخن حافظ ابن حجر کو ابتدائے عمر ہی سے شعر و سخن سے خاص شغف تھا۔ اور انہوں نے اپنی فطری ذہانت کی بنا پر اس فن میں پوری مہارت حاصل کر لی تھی۔ علمائے کرام نے آپ کے ذوق شعر و سخن کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں!

"شعر و ادب کی طرف توجہ مبذول کی تو اس میں بھی پوری مہارت حاصل کر لی اور کثرت سے بہت عمدہ نظمیں کہیں"[3]

دیوان ابن حجر کے نام سے ان کا مجموعہ کلام بھی موجود ہے، جس میں ہر صنفِ سخن کے الگ الگ اشعار ہیں۔ یہ دیوان سات اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ نبویات[1]، ملوکیات[2]، اغوانیات[3]، غزلیات[4]، اعراض[5]، موشحات[6]، تقاطیع[7][4]

آغازِ دیوان میں مدحِ رسولؐ میں ایک طویل قصیدہ ہے، جس میں صحیح بخاری کے ختم کا بھی

---

[1] معارف جلد ۱۰۱ نمبر ۳ ص ۲۰۲

[2] بستان المحدثین ص ۱۱۳ و اتحاف النبلاء ص ۱۹۳

[3] نظم العقیان فی اعیان الاعیان ص ۴۵

[4] اتحاف النبلاء ص ۱۹۳

ذکر ہے۔ اس دیوان کا ایک نسخہ بھوپال میں حضرت والا جاہ محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) کے کتب خانے میں موجود تھا۔

خاکساری و فروتنی لیکن با ایں ہمہ تبحر علمی و جلالت، شانِ فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے۔ اہلِ علم کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اپنی رائے پر اصرار نہ تھا۔ اگر بحث میں حق واضح ہو جاتا تو اُس کو بلا تأمل قبول کرتے اور اپنے قول سے رجوع کر لیتے تھے[1]

منصب قضاء حافظ ابن حجر نے قضاء کی آزمائشوں میں مبتلا نہ ہونے کا شروع سے عزم کر لیا تھا۔ لیکن حکومت کی طرف سے شدت سے دباؤ ڈالا گیا تو آپ منصب قضا قبول کرنے پر راضی ہوئے اور آپ کی منصب قضا قبول نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس میں بہت سی مشکلات اور آزمائشیں تھیں جیسا کہ آپ کے تلمیذ رشید حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں۔

"وہ قضاء سے بہت دامن بچاتے تھے، کیونکہ اس میں بڑی مشکلات اور آزمائشیں ہیں"[2]

آپ کئی بار منصب قضا پر مامور ہوئے۔ حافظ ابن فہد مکی نے اس کی تفصیل یوں لکھی ہے

"حافظ ابن حجر سب سے پہلے سنہ ۸۲۷ھ میں قاضی القضاۃ کے منصب پر مامور ہوئے اور اسی سال ذیقعدہ میں اس سے گلو خلاصی حاصل کر لی۔ پھر رجب سنہ ۸۲۸ھ کو دوبارہ اس منصب پر فائز ہوئے، اور سنہ ۸۳۳ھ تک رہے۔ پھر اس کو چھوڑ دیا۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۳۴ھ میں تیسری بار، شوال سنہ ۸۴۱ھ میں چوتھی بار، محرم سنہ ۸۵۰ھ میں پانچویں بار اور ربیع الثانی سنہ ۸۵۲ھ میں چھٹی بار قاضی ہوئے۔ درمیانی کچھ وقفوں کو چھوڑ کر سنہ ۸۲۷ھ سے سنہ ۸۵۲ھ تک برابر اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اور جمادی الثانی سنہ ۸۵۲ھ کو ہمیشہ کے لیے سبکدوشی حاصل کر لی۔ آپ

---

[1] فتح الباری جلد ۱ ص ۲

[2] الضوء اللامع جلد ۲ ص ۳۸

آپ کے منصبِ قضاء کی مدت ۲۱ سال بنتی ہے اور اس مدت میں آپ کے ذریعہ عوام کو بڑا فائدہ پہنچا۔ ہزاروں حقداروں کو ان کا حق ملا[۱]

ابن حجر کا مسلک مشاہیر علماء و ائمہ میں خاصی تعداد شوافع کی ملتی ہے۔ اس کا تاریخی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ نے (م ۲۰۴ھ) قیامِ مصر کے دوران اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے بڑی جد و جہد کی تھی، جس کے لیے انہیں قربانی بھی کرنا پڑی۔ امام شافعیؒ کے حلقہ درس سے جو فضلاء نکلے انہوں نے درس و افادہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کے بعد چونکہ مصر کے بیشتر شیوخ و اساتذہ شافعی المسلک ہوئے۔ اس لیے ان کے تلامذہ اپنے شیوخ کے تبحر علمی اور دوسرے کمالات سے متاثر ہو کر اسی مسلک کو قبول کرتے تھے۔

اور اس طرح مصر میں شافعیؒ مذہب کی اشاعت کے قدرتی اسباب پیدا ہو گئے جو دوسرے ملکوں کو میسر نہ آ سکے۔ اسی لیے مصر کے بڑے بڑے شیوخ شافعی المسلک ہی ملتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن حجر کے اکابر شیوخ اور تلامذہ کی غالب تعداد شوافع ہی کی نظر آتی ہے۔ اور طبعی طور پر حافظ صاحب بھی متشدد شافعی تھے، بلکہ ان کا تشدد تعصب کی حدوں میں داخل تھا۔

حلیہ حافظ ابن حجر کے تلمیذ امام سخاوی نے حافظ صاحب کا جو حلیہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے:۔

"روشن چہرہ، دبتا ہوا قد، سفید ڈاڑھی، بڑا سر، نحیف الجثہ، فصیح اللسان، بلند آواز اور نہایت ذکی و ذہین تھے"[۲]

وفات ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو شنبہ کے دن بعد نماز عشاء قاہرہ مصر میں علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن تھی۔[۳] ان کے جنازہ میں اتنا جم غفیر تھا کہ شاید ہی کسی اور کے جنازہ میں اتنے آدمیوں نے شرکت کی ہو۔ ابن فہد مکی لکھتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ میں بہت عظیم مجمع تھا۔ نماز جنازہ میں سلطان ظاہر چقمق اور اس کے درباریوں نے بھی شرکت کی۔ امراء و رؤسائے دربار ان کی لاش کو کندھا دینے والوں میں شامل تھے۔[۴]

حافظ عسقلانی کثیر التصانیف تھے۔ ان کی کتابوں کے بیان کے لیے مستقل مقالہ درکار ہے۔

---

[۱] معارف نمبر ۳ جلد ۱۰۱ ص ۲۰۸ [۲] فتح الباری جلد ۱ ص ۴

[۳] ابجد العلوم ص ۸۸۵ [۴] معارف جلد ۱۰۱ نمبر ۴ ص ۲۶۲